Research Journal
Tahqeeqat

جلد:4، شمارہ:3، 2025ء

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل تحقیقات

زاہدہ حنا کے افسانوں میں مزاحمت کی روایت

The tradition of resistance in Zahida Hina's stories

Asma Rafique
M.Phil Scholar Department of Urdu, The Women University, Multan,
Dr. Shagufta Hussain
Professor Amritus, The Women University, Multan,

عاصمہ رفیق
ایم-فل اسکالر شعبہ اردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان۔
ڈاکٹر شگفتہ حسین
پروفیسر ایمریطس، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان۔

Abstract

This study explores the tradition of resistance in the fiction of Zahida Hina, one of the most prominent contemporary voices in Urdu literature. Rooted in a strong intellectual and anti-colonial family background, Hina's writings embody both defiance and innovation. Her short stories do not merely depict individual struggles but reflect broader political and social oppressions, particularly those shaped by military dictatorships, authoritarian regimes, and patriarchal structures in Pakistan and South Asia. By weaving together themes of political instability, social injustice, war, migration, and identity crisis, her narratives resonate with the lived realities of marginalized groups, especially women. Hina's resistance is multidimensional: she critiques censorship, authoritarian politics, and religious orthodoxy, while simultaneously highlighting the silenced voices of women whose rights have been denied by both cultural norms and state policies. Her stories such as Bood-o-Nabood ka Aashob, Jism-o-Zubaan ki Maut se Pehle, Paniyon Par Behti Panah, and Manzil Hai Kahan Teri illustrate the suffering caused by imprisonment, war, forced migration, and gender-based violence. At the same time, they valorize characters who embody resilience, dignity, and unwavering commitment to freedom and justice. Zahida Hina also situates Pakistani resistance literature within a global tradition, drawing attention to universal struggles against tyranny, from Latin America to South Asia. Her rejection of the Pride of Performance award in 2006 epitomizes her lifelong ideological commitment. Thus, her fiction transcends the boundaries of storytelling to become an act of protest and a vehicle for social transformation. The study concludes that Zahida Hina's short stories constitute a cornerstone of feminist and resistance literature in Urdu, articulating the collective conscience of a society under perpetual strain.

Keywords: *Zahida Hina; Urdu Short Story, Resistance Literature, Political Oppression, Military Dictatorship, Feminism, Social Justice, War and Migration, Identity Crisis, Authoritarianism.*

کلیدی الفاظ: زاہدہ حنا، اردو افسانہ، مزاحمتی ادب، سیاسی جبر، فوجی آمریت، نسائیت، سماجی انصاف، جنگ اور ہجرت، شناخت کا بحران، آمرانہ طرزِ حکومت

زاہدہ حنا عصر حاضر کی ایسی قلم کار ہیں جن کی ادبی شخصیت متنوع رنگوں کی حامل ہے۔ وہ اردو ادب میں بحیثیت افسانہ نگار، مضمون نگار، ناول نگار، ڈرامہ نویس، کالم نویس اور مترجم مقبول و معروف ہیں۔ ان کا ایک مقدم حوالہ تانیثیت پسندی بھی ہے۔ اپنے مضامین کے مجموعے "عورت

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

زندگی کا زنداں" میں انہوں نے جس طرح عورت کے شعور ذات اور شناخت کا سوال اٹھایا ہے وہ انہیں دیگر تانیثیت پسندوں میں منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ ان کی کثیر الجہت شخصیت کے پیچھے ان کا خاندانی اور تعلیمی پس منظر اہمیت کا حامل ہے جو فکری طور پر خاصا مضبوط تھا مطالعے کی لگن نے بھی ان کی تخلیقی بصیرت کو جلا بخشی۔ ان کے جد امجد مرزا دلدار بیگ کے بیٹے عبد الستار بیگ سہسرامی نے تین جلدوں پر مشتمل "مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین" تحریر کی اور ان کے والد محمد ابوالخیر بھی انگریزوں کے خلاف شورش میں پیش پیش رہے جس کی پاداش میں انہیں ڈھائی برس جیل میں رہنا پڑا۔

زاہدہ حنا کی تحریروں میں جدت کے ساتھ بغاوت اور انحراف کا خمیر اسی پس منظر کی دین ہے اگر کبھی ان کے نظریاتی کمنٹ کے خلاف بات ہو تو وہ وہاں بھی اپنے وجود میں چھپے مجاہد آزادی اور اہلِ قلم خون کا ثبوت دیتی ہیں۔ 2006ء میں جب انہیں پرائڈ آف پرفارمنس دینے کا اعلان کیا گیا تو انھوں نے اپنی نظریاتی کمنٹمنٹ کی وجہ سے احتجاجاً یہ ایوارڈ لینے سے انکار کر دیا۔ کائنات میں تمام مظاہر فطرت میں ازل سے مزاحمت کا عنصر موجود رہا ہے مگر مزاحمت کی یہ قوت انسان میں بدرجہ اتم موجود ہے جب پابلو نیرودا نے کہا تھا کہ میں تو یہاں گانے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ گاؤ تو درحقیقت وہ کھل کر سانس لینے کی بات کر رہا تھا وہ اس دنیا کو پر امن دیکھنے کا خواہاں تھا دیگر ادب کی طرح اردو ادب میں بھی مزاحمت کی ایک مستحکم روایت نظر آتی ہے کیونکہ اردو زبان و ادب کا آغاز ہی ایسے دور میں ہوا جب ہندوستان سیاسی سماجی اور تہذیبی طور پر زوال کا شکار تھا اس عہد کی سیاسی و معاشرتی زبوں حالی کو ڈاکٹر رشید امجد نے اس طرح بیان کیا ہے:

> "مزاحمت ہمارے ادب کے خمیر میں رچی بسی ہے کہ اردو ادب کا آغاز جس دور میں ہوا وہ سیاسی انحطاط اور معاشرتی و تہذیبی زوال کا عہد ہے اٹھارویں صدی کے آغاز سے اس زوال کی ابتداء ہو گئی تھی اور یہ زوال بنیادی طور پر سیاسی انحطاط کا نتیجہ تھا۔"(1)

اسی سیاسی انحطاط کے نتیجے میں جو ظلم و بربریت قتل و غارت جبر و استبداد اور غلامی کی فضا بن گئی تھی اس کے خلاف معاشرے کا حساس طبقہ مزاحمتی رویہ اپنانے لگا جس سے ہر عہد کی جبریت اور حیست کو ادب میں جگہ دی گئی خصوصا اردو افسانے میں ابتداء ہی سے سیاسی و سماجی مسائل کا عکس گہرا اور مربوط نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں دو نام جو سیاسی سماجی مزاحمت کا انداز لیے ہوئے ہیں وہ منشی پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم کے ہیں۔ ان دو نمائندہ شخصیات نے آغاز سے سرکار اور سماج کی خرابیوں کا جو بیڑا اٹھایا تو ان میں کسی طور کمی نہ آئی اور پھر تقسیم کا غلغلہ مچا اور اس کے بعد چین کی گھڑی نصیب نہ ہوئی پاکستان ایک ایسا ملک ہے جسے کبھی سیاسی استحکام نصیب نہیں ہو سکا اس لیے فرد کو سیاسی معاشی اور معاشرتی طور پر جکڑ بندیوں کا سامنا رہا ہے بنیادی طور پر یہی دباؤ اور گھٹن مزاحمتی طرز فکر کو جنم دیتی ہے اس حوالے سے 70ء کی دہائی پاکستان میں نہایت اہمیت کی حامل ہے جس میں ادب میں بہت سے ادیبوں نے گھٹن کے موسموں کا ذکر کیا ہے جن میں حسن منظر، رضیہ فصیح احمد، اے خیام، احمد ندیم قاسمی، انور سجاد، خالدہ حسین اور بانو قدسیہ کے نام قابل ذکر ہیں، انہی میں ایک نام زاہدہ حنا کا بھی ہے۔

اردو افسانہ نگاری میں زاہدہ حنا ایک مستحکم شناخت کی مالک ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعے "قیدی سانس لیتا ہے" "راہ میں اجل ہے" اور "رقص بسمل ہے" کی ہر کہانی ان کے عہد کی سیاسی، معاشرتی، معاشی بے چینیوں اور ناہمواریوں کی عکاس ہے اور مزاحمت اور احتجاج کی کئی صورتیں عیاں کرتی ہے کیونکہ بیسویں صدی کے آغاز میں ہی نو آبادیاتی نظام اپنے عروج و زوال کی کہانی سنا چکا تھا۔ اول و دوم جنگ عظیم کے بعد نو آبادیاتی نظام کو اپنی بساط سمیٹتے ہی بنی، بظاہر اقوام کو سیاسی آزادی دی گئی مگر انہیں ذہنی غلامی میں مبتلا کر کے ان کے سیاسی، معاشی اور ثقافتی پہلوؤں کو اپنے قابو میں کیے رکھا اور اپنی مطلب براری کے لیے طبقاتی نظام کو رواج دیا۔ پاکستان میں تو آغاز سے ہی سیاسی حالات خراب رہے ہیں بار بار کے مارشل لاؤں

کے نفاذ سے جمہوری کلچر کبھی پنپ ہی نہ سکا سول اور بیوروکریسی کا ہی چرچہ رہا یوں سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے ملک میں لاقانونیت، رشوت، عدم تحفظ اور دہشت گردی جیسے عوارض اس ملک کو کھوکھلا کرتے چلے گئے ایک تخلیق کار اپنے معاشرے سے کٹ کر نہیں رہ سکتا وہ جس سماج میں رہتا ہے۔ اس کا اجتماعی ضمیر ہوتا ہے وہ تمام باتیں جو ایک عام آدمی کو کہنے کی اجازت نہیں ہوتی وہ کہہ سکتا ہے وہ حبس زدہ معاشرے کے تمام مظالم اور استحصالی قوتوں کے خلاف کھڑا ہو جاتا ہے۔

زاہدہ حنا معاشرے کے سیاسی سماجی اور معاشرتی جبر کے خلاف ایک باغی آواز ہیں وہ رنگوں، پھولوں، خوشبوؤں اور بادلوں پر ہی نظر نہیں رکھتیں بلکہ عالمی منظر نامے کے ساتھ پاکستانی سیاست پر بھی گہری نظر ڈالتی ہیں وہ نو آبادیات کو اپنی سیاسی بصیرت میں سمو کر یوں پیش کرتی ہیں:

"بدیسی آقا رخصت ہو چکے تھے اور یہ خواجہ سرا اُن کی کمال نیابت کر رہے تھے یہ ان بستیوں کے فاتح تھے جن کی حفاظت ان کا روزگار تھی اور یہ نہتوں کے قاتل تھے جن کا یہ نمک کھاتے تھے نو آبادیات کی تجزیہ گاہ میں انہیں سکھایا گیا تھا کہ کسی قوم کے ساتھ زنا بالجبر کس طرح کیا جاتا ہے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کسی قوم کو آختہ کرنا ہو تو اس کے بازو اس کی پنڈلیاں اس کے شانے کن مفادات کے تسموں سے باندھے جاتے ہیں"۔(2)

مزاحمت چونکہ ہمیشہ سے ہمارے ادب کا حصہ رہی ہے اور ہر ادیب اس کے خلاف مزاحمت کرتا رہا ہے مگر 70ء اور 80ء کی دہائی کی مزاحمت سیاسی جبر کے خلاف ایک عوامی ردعمل کی صورت نظر آتی ہے اس دور میں زاہدہ حنا نے جتنی کہانیاں تحریر کیں ان میں کسی نہ کسی حوالے سے سیاسی ظلم و استبداد کو ہی بیان کیا گیا ہے افسانہ "بود و نبود کا آشوب"، "تتلیاں ڈھونڈنے والی" "پانیوں پر بہتی پناہ" اور "آخری بوند کی خوشبو" ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دورانیہ میں ہی قلم بند کیے گئے ہیں۔ "پانیوں پر بہتی پناہ" میں بنگلہ دیشی ادیبہ تسلیمہ نسرین کو اس حوالے سے موضوع بنایا گیا ہے جو معاشرے کے ٹھیکے داروں سے ٹکر لینے پر بھی سخت تنقید کا نشانہ بنیں اور قاتلانہ حملے کا شکار بھی ہوئیں مگر اپنے اصولوں سے سمجھوتہ نہ کرتے ہوئے مزاحمتی رویہ اپنائے رکھتی ہیں۔ اقتباس دیکھیں:

"کیسی لکھنے والی ہو کہ مردہ باد، مردہ باد سے ڈر گئیں بھئے سے بچنا چاہتی ہو تو لکھو اور خوب لکھو"(3)

70ء کی دہائی میں پھانسی روز کا معمول تھا حالانکہ یہ انتہائی قابل مذمت سزا ہے اور 90ء کی دہائی میں اگر کراچی اور سندھ کا یہ حال رہا کہ وہاں مرنے اور مارنے والے دونوں اپنے جرم سے بے خبر اور اندھا دھند خون کی ہولی کھیل رہے تھے تو یہ اسی مکروہ اور قبیح عہد ظلمت کی دین تھی جس میں جیتے جاگتے انسانوں کو کیڑے مکوڑوں سے بدتر زندگی دی جاتی تھی ٹکٹکی پر باندھ کر کوڑے مارے جاتے تھے زاہدہ حنا ایسے ظلم کے سخت خلاف ہیں جس میں صرف سزا دینا مقصود ہوتا ہے اور باقی سب باتوں کو محو کر دیا جاتا ہے۔ ان کے "افسانے تتلیاں ڈھونڈنے والی" سے اقتباس ملاحظہ ہو:

"وہ (نرجس) اور حسین ایک ساتھ ہی گرفتار ہوئے تھے پھر اطلاع آئی کہ تفتیش کے دوران حسین نے خودکشی کر لی وہ جانتی تھی کہ وہ قیدی جو فوجی حراست میں تشدد کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو جائیں ان کی لاشیں ان کے ورثاء کو نہیں ملتیں وہ بے نشان قبروں میں سوتے ہیں اور ایسے مقتولوں کی ہلاکت کو قاتل خودکشی کا نام دیتے ہیں۔"(4)

ان افسانوں میں زاہدہ حنا سراپا احتجاج نظر آتی ہیں انہوں نے اذیت گاہوں اور عقوبت خانوں میں روا ماحول کو اس طرح بیان کیا ہے کہ قاری پر صدمے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ مثلاً "جسم و زبان کی موت سے پہلے" کی آخری سطریں کچھ یوں ہیں:

"مڈل کلاس کے یہ خود ساختہ انقلابی سزاؤں اور بھوک پیاس سے نہیں ٹوٹتے ان کی عزت نفس پر چوٹ لگاؤ یہ تنکے کی طرح دو ٹکڑے ہو جائیں گے تم سب ٹوٹ جاتے ہو پھر لونڈیوں کی طرح اتنے نخرے کیوں دکھاتے ہو اس کے بیدنے

عباس کے ناف کے نچلے حصے کو چھیڑا پھر وہ قہقہہ مار کر ہنسا عباس نے بڑے خواجہ سرا کی بید کو اپنی رانوں کے درمیان محسوس کیا اور اس کے قہقہہ مارتے ہوئے چہرے پر تھوک دیا"۔(5)

ان کی بیشتر تحریریں ایسے انقلابیوں کی ایذاء رسانی اور مصائب سے لیس ہیں مگر یہ تکلیفیں انہیں ڈگمگانے میں کامیاب نہیں ہوتی ہیں بلکہ انہیں اپنے نصب العین پر اور استقامت سے ڈٹے رہنے کا حوصلہ بخشتی ہیں یہ آدرش وادی قسم کے کردار ہی زہدہ حنا کے ہیرو ہیں مثلاً ڈیوڈ مچل، سانتیاگو، سوچی، کندن حسین یہ تمام کردار اپنے عہد کے جبر کے ڈسے ہوئے ہیں مگر ان کی ہمت اور جرأت ایسی ہے کہ اپنے گھروں اور ان میں جھلستے مکینوں کی لاشیں بھی ان کے حوصلے پست نہیں کرتی ہیں مثلاً "تقدیر کے زندانی" میں سے یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

"اس نے اپنے لوگوں سے عہد وفا یوں نبھایا کہ لندن میں اس کا محبوب شوہر بستر مرگ پر تھا لیکن اس نے برما چھوڑنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ فوجی حکومت اسے دوبارہ کسی قیمت پر برما میں داخل نہیں ہونے دے گی وہ مائیکل کے آخری دیدار سے محروم رہی وہ ایک ایسے باپ کی بیٹی تھی جس نے برما کو برٹش راج سے نجات دلائی تھی لیکن اسے قتل کر دیا گیا اس وقت سوچی دو برس کی تھی"(6)

اسی طرح مزاحمتی عناصر کی پیشکش کے ساتھ ساتھ زاہدہ حنا نے فوج کی دوغلی پالیسیوں اور اس کے عزائم کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے اس سلسلے میں ان کا افسانہ "بود و نبود کا آشوب" اور "رنگ تمام خون شدہ" کی مثال پیش کی جاسکتی ہے اول الذکر افسانے میں ایک فوجی افسر کو کئی نہتوں اور انقلابیوں کی موت کا ذمہ دار دکھا کر اس کی بیوی کے احساسات کی ترجمانی کی گئی ہے کہ جس کے ساتھ اس نے ہر شب بسر کی تھی وہ آمریت کے خلاف عوام کی جدوجہد کی راہ میں روڑے اٹکا تا رہا تھا جس کے عوض اس کو حکومت وقت نے اعلیٰ عہدے سے نواز دیا تھا "بود و نبود کا آشوب" میں ان تمام اعلیٰ عہدوں پر متمکن عہدے داروں اور قومی اداروں کی اصلیت یوں بے نقاب کی گئی ہے:

"اذیت ہر وہ اذیت جو صرف ایک انسانی ذہن ہی سوچ سکتا ہے اسے اور اس کے ساتھیوں کو مل گئی صرف اس لیے کہ وہ حکمرانوں سے اختلاف رکھتے تھے جنھوں نے انسانوں پر جینا حرام کر رکھا تھا سزاؤں کا نگران اعلیٰ اندر بیٹھا تھا اور ہنس رہا تھا جبکہ اس کی نگرانی میں ان سب لوگوں کو سزائیں دی جا رہی تھیں انہی دنوں میں نے اس عقوبت کے نگران کا ہر شام بے تابی سے انتظار کیا تھا اور ہر شب 'شب بسری کی تھی"(7)

اسی طرح ثانی الذکر افسانہ بھی سندھ میں روا ظلم و بربریت کی فضا کا پتہ دیتا ہے جہاں پر مور کا آزادانہ ناچنا بھی پسند نہیں کیا جاتا اور اسے بھی کھانے کے لیے گولی مار دی جاتی ہے۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور دین اسلام میں عورت کو جو حقوق عطا کیے گئے وہ اس اسلامی ریاست میں ازل سے غصب کر لیے گئے اور اور ہمیشہ عورت کی سوچ پر بند باندھے گئے ہیں اس کے شعور ذات کی راہ میں لسانی، تہذیبی، مذہبی، اخلاقی اور سیاسی عوامل رکاوٹ بنتے رہے ہیں زاہدہ حنا اس دوہرے معیار پر بھی تاسف زدہ نظر آتی ہیں کہ مذہبی سطح پر عورت کے ساتھ استحصال کا عمل روز ازل سے جاری ہے اور اسے بنیادی حقوق دینے سے بھی احتراز برتا جاتا ہے اسلام کو مذہب اور سماج کے ٹھیکیداروں نے اپنی پسند کے مطابق ڈھال کر پیش کیا ہے جس میں عورت کے لیے شدید گھٹن کا احساس ملتا ہے۔ ملا کے نظریے کو 6195ء اور 1961ء کے آئین کے ذریعے وہ یوں دیکھتی ہیں:

"عائلی قوانین نے مولویوں کے اندر شدید غیظ و غضب کو جنم دیا اور پاکستانی عورت الزامات اور پراگندہ ذہن کی ایک نئی آزمائش میں ڈالی گئی ایوب خان کا زمانہ ہو یا آج کا دور مولویوں کے اس طیش کا سبب ایک ہی رہا ہے انہیں اس بات سے

خوف آتا ہے کہ عورت جو سماج کا کمزور اور کچلا ہوا طبقہ ہے اگر وہ اور اس کے معاملات ان کے دائرہ سے باہر نکل گئے تو ان کی روزی روٹی اور حلوے مانڈے کا کیا ہو گا۔"(8)

بعد ازاں ضیاء دور بھی عورت کے لیے کال کوٹھڑی بنا رہا اظہار بیان پر پابندی لگنے کے باوجود ادیبوں نے اس تاریک عہد کو بھی ریکارڈ کیا اس میں زاہدہ حنا نے بھی اپنا حصہ ڈالا ان کے افسانے "زمین آگ کی آسماں آگ کا" عورت کے حق میں جاندار آواز کہا جاتا ہے جس میں مشہور کیس شاہ بانو کی طلاق کی صورتحال کے ساتھ ساتھ بہشتی زیور جیسی تصنیف کا بھی ذکر ہے جس میں عورتوں کے لیے حکم اور مردوں کے لیے ہر طرح کی آزادی ہے۔ایک وکیل (دلارے میاں) کے ذریعے معاشرے میں مردوں کی بالادستی کو یوں واضح کیا گیا ہے:

"سنو شہنشاہ بانو یہ شہنشاہی کا خناس دماغ سے نکال دو عورت کا درجہ اتنا کمتر اتنا حقیر ہے کہ اس کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل کرنا منع آیا ہے ہمیں عورتوں پر شیر کیا گیا ہے کیا سمجھیں تم"(9)

اس افسانے میں عورتوں کی ازلی و ابدی چیخ کی شدت کو بخوبی سنا جا سکتا ہے زاہدہ حنا نے اس لشکری مال غنیمت کے بارے میں ہر زاویہ سے لب کشائی کی ہے۔زاہدہ حنا جنگ کے سخت خلاف ہیں کیونکہ جنگ کی ہولناکی میں سب سے زیادہ استحصال اور برباد ہونے والی عورت ہی ہے لکھتی ہیں:

"دنیا بھر کی عورتوں کا مقدر ایک جیسا ہے لکھوں میں پردہ نشینوں کا حال کیا نکل کے گھر سے چلی ہیں پیادہ پا یہ بیبیاں بتاشوں کی طرح لال کرتی والوں اور خاکیوں میں تقسیم ہو رہی تھی۔"(10)

جنگیں صرف تباہی و بربادی ہی نہیں لاتی بلکہ بھوک اور بھوک سے جنم لینے والے مسائل بھی لاتی ہیں وہ جو انسان کے لیے سب سے بڑی آزمائش ہوتی ہے اسی بھوک اور کسمپرسی کو زاہدہ حنا نے فنا ہوئے لوگوں کی باقیات یعنی ہڈیوں کے ذریعے واضح کیا ہے ان کے افسانے "رقص مقابر" میں سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"میرے شہر میں اناج عنقاء، دوائیں ناپید، شہر یخ دان، گھر برف دان، باپ اور بھائی جہاد کا لقمہ، مائیں اور بہنیں گھروں میں جبراً و حکماً قید یہ بچے کہاں جائیں؟ پہلے جانوروں کی ہڈیاں بیچتے تھے تو جانور کھا لیے گئے بھوک نے انہیں قبرستان کا راستہ دکھایا قبرستانوں سے ہڈیاں چراؤ اور تاجر استخواں کے پاس لے آؤ ازبک اور پشتون ہڈیاں، تاجر اور ترکمان ہڈیاں، ہزارہ اور بنجارہ ہڈیاں، یکے پنجر افغان، پنجاہ سینٹ، پنجاہ سینٹ، رقص مقابر- قبر کھودنے والوں کا رقص۔"(11)

جنون اور خونریزی پھیلانے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ بھی ایک دن موت کی آغوش میں سوئیں گے مگر شہر آشوب کی فضا بنانے والے دوسروں کی زندگی کے ساتھ ساتھ آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی تباہ کر دیتے ہیں جنگ کی ہولناکی کا یہ سب سے سنگین وار ہے زاہدہ حنا کے افسانے "تنہائی کے مکان میں" ماسومی نامی کردار جو ایک بوسے کے تازہ احساس کو لیے منجمد کھڑی ہے تابکاری کا شکار ہونے والی کئی عورتوں میں ایک اور ماسومی کا اضافہ ہونے کو ہے ماسومی جاپانی ایٹمی حملے سے متاثر ہوئی تھی جسے جاپانی میں "ہیبا کوشا" کہتے ہیں یعنی جو ایسا زہر اپنے بدن میں سموئے ہوئے تھی کہ اس کی اگلی نسلوں میں بھی اسے منتقل ہونا تھا- ان کے کالم جو تاریخ اور جنگ کی اندوہناکیوں سے لیس ہیں۔ ان میں سے چند سطریں دیکھیں:

"میں نے ایٹم بم کے اثرات دیکھے ہیں انہیں بدن پر محسوس کیا ہے ناگاساکی پر اترنے والی قیامت کا شکار ہونے والی عورتوں میں سے ایک میری نانی بھی تھی مجھے اپنا مسخ شدہ چہرے پر اپنی نانی اور ان جیسی سینکڑوں عورتوں کے زخموں کی جلن محسوس ہوتی ہے میں نے اس مسخ شدہ بدن کے ساتھ جنم لیا۔"(12)

یہ تباہی و بربادی جو اپنے جلو میں بے پناہ خونریزی کا ساماں لیے ہوتی ہے وہ اس زہر کے ناسور سے ڈسے ہوئے لوگوں کو نقل مکانی یا ہجرت کی طرف مائل کرتا ہے زاہدہ حنا چونکہ خود ہجرت زدہ خانوادے کی فرد ہیں وہ اس کرب سے بخوبی واقف ہیں اور اس بات سے نفرت کرتی ہیں کہ کیوں ایک انسان کو اپنا گھر بار، گلیاں، رسم ورواج، اپنا شہر اور اس کی فضا کو چھوڑنا پڑتا ہے وہ ساری زندگی اپنی چھوڑی ہوئی زمینوں کی یاد کو دل میں بسا کر ادھوری شخصیت کا بار اٹھائے پھرتا ہے یہ تکلیف اس وقت اور زیادہ شدت اختیار کر جاتی ہے جب اسے دیار غیر میں سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں شناخت کا مسئلہ سب سے اہم رہا ہے اس کے خلاف بھی زاہدہ اپنا احتجاج ریکارڈ کراتی ہیں اور مزاحمت کرتی ہیں۔ افسانہ "منزل ہے کہاں تیری" کے ذریعے انہوں نے اقلیتوں اور مہاجروں کے حقوق وشناخت کے لیے آواز اٹھائی ہے جب ہندوستان میں 21ویں صدی کے آغاز میں بابری مسجد کے واقعے کے اثرات دونوں طرف کی اقلیتوں پر رونما ہوئے اس تاثر کو اس افسانے میں ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے خاص طور پر ہندو مسلم فسادات کے حوالے سے جب بھی کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو اس کے اثرات دونوں ملکوں کے باسیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس افسانے میں اوشا کے پتا جو مقامی ہندو ہیں مگر اس سانحہ کی وجہ سے اپنے ہی ملک میں بے گھر ہو جاتے ہیں اور کانپور سے آتے ہوئے اپنی اصل شناخت اور نام چھپا کر اچی کینٹ اور پھر کھارادر گئے مگر بہت سے گھروں پر مہاجرین کا قبضہ تھا اور انھیں اپنے ہی دیس میں اجنبیت اور بے گانگی کی کیفیت کا سامنا کرنا پڑا مگر پھر بھی وہ اپنی جنم بھومی کو چھوڑنے کو تیار نہ ہوئے کہ یہاں ماتا پتا کا انتم سنسکار ہوا تھا یوں کلمہ گو نہ ہونے کی وجہ سے انھیں اپنے ہی گھر کے سامنے مار دیا گیا مہاجروں اور اقلیتوں کے دکھ کو بیان کرتے ہوئے زاہدہ حنا کا بلا تعصب نقطہ نظر یوں واضح ہوتا ہے:

> "عالیہ کا دل شق ہونے لگا مدن کے لیے، اوشا کے لیے، اوشا کے پتا کے لیے اور ایسے ہی کروڑوں انسانوں کے لیے جن کے خون آلود جغرافیے پر نفرتوں کے قطبین تھے، عالیہ کو اس لمحے شدید برف باری کے بعد سڑکوں پر جمی ہوئی برف صاف کرنے کے لیے نکلنے والی گاڑیاں یاد آئیں جو نمک چھڑک کر منٹوں میں برف کی گہری تہہ کو پگلاتی چلی جاتی ہیں اس کے، مدن کے اور دوسروں کے پاس ایسا نمک کیوں نہ تھا"(13)

اسی طرح "ہوا پھر سے حکم صادر" میں زاہدہ حنا نے دونوں سرحدوں کے باسیوں کے مابین پیدا ہونے والی نفرتوں اور زمینی وزمانی فاصلوں کو بیان کیا ہے اور افسانے کے کردار عمران کے ذریعے قومیت پرستی کے منفی اثرات کی نشاندہی کی ہے:

> "عمران نے وھسکی سے بھرا ہوا گلاس دیوار پر دے مارا اور دھاڑا" دماغ خراب ہے تمہارا"؟ یہ کالے ٹھگنے ہم پر حکومت کریں گے؟ ہم ان مردہ بنگالیوں کے لیے احتجاج کریں گے؟ جلوس نکالیں گے؟ انہیں چن چن کر قتل کر دینا چاہیے کتے، نمک حرام، کھاتے پاکستان کا اور گاتے ہندوستان کا ہیں۔(14) "

تقسیم اور علیحدگی کے خواب سے پہلے یہی لوگ چند کوس کے فاصلے پر تھے مگر سرحدوں کی تقسیم کے بعد ان میں صدیوں کے فاصلے پیدا ہو گئے جو بعد ازاں سقوط ڈھاکہ سانحہ کے بعد اور شدت اختیار کر گئے۔ چونکہ ادب ہر عہد کی تبدیلیوں کے گھول میل سے تیار ہوتا ہے اور یوں زندگی کا آئینہ دار کہلاتا ہے وہ محرکات جنگ عظیم اول و دوم ہوں، ہیروشیما اور ناگاساکی کی خونریزی ہو، مشترکہ تہذیبی خطے میں الگ مملکت کی کوشش یا جان توڑتگ و دو کے بعد پاکستان کی تشکیل ہو یا کہ مارشل لاؤں کا تجربہ اور اس کے بعد مہاجرین کی کثیر تعداد کی آمد ہو یا پھر 1971ء میں زبان کی شکست وریخت کا المیہ ہو یا امریکہ کا نائن الیون کا عذاب یہ سب زاہدہ حنا کے افسانوں کا موضوع ہے۔

زاہدہ حنا نے اپنے قلم کے ذریعے سے اپنے عہد میں ہونے والے تغیرات کو رقم کیا ہے اور فوجی آمریت کے دور سیاہ کا ایک اور باب جو سقوط ڈھاکہ اور جمہوری تحریکوں کا بھگتان برداشت کرنے کے بعد شروع ہوا وہ 70ء کی دہائی کا زمانہ ہے جو افسانہ نگاری میں نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں

ظلم وبربریت کے نوحے لکھے گئے یہ بے بنیاد مارشل لاء حساس ذہنوں پر کچھ اس لیے بھی کارضرب لگا گیا کہ اس میں اظہارِ زبان پر پابندیاں عائد کر دی گئیں مگر ہر ادیب پر لاکھ بند باندھ دیے جائیں وہ تحریر و تقریر کے لیے راہ نکال ہی لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں ادیبوں نے علامتی، مزاحمتی اور تجریدی طرز اظہار میں افسانے لکھے اسی کہکشاں میں زاہدہ حنا نے بھی اپنے عہد کے سیاسی جبر، سماجی دہرے پن، معاشی ناہمواریوں ،مذہبی شدت پسندیوں، لسانی و نسائی شعور کو مزاحمت کی روایت کے ذریعے واضح کیا ہے۔ ان کے افسانوی سرمائے میں مزاحمتی عناصر اور موجود احتجاج کے بارے میں کمیونسٹ پارٹی کے سیکرٹری جنرل مرحوم امام علی نازش لکھتے ہیں:

"وہ ناانصافی اور تشدد کے خلاف بلاجھجک احتجاج کرتی ہیں خواہ یہ مذہب کے نام پر ہو خواہ قومیت اور نسل کے نام پر زاہدہ استحصال کے خلاف آواز بلند کرتی ہے۔اس باغیانہ رویے کے ساتھ وہ تخلیقی اور ذاتی سطح پر اختلاف پوری قوت سے کرتی ہے۔"(15)

ان کے اسی احتجاج اور مزاحمت کے پیش نظر ان کے ہاں لال کرتی والوں سے لے کر خاکی کرتی والوں کے خلاف سنگین احتجاج کی صورتیں ملتی ہیں اور اس کے نتیجے میں جتنے اجے گوش، جتن داس، بھگت سنگھ، سائیں فیض بخش، نرجس، محمد جام سچل اور قزوین کی طاہرہ قرۃ العین وغیرہ کو جبر کے ذریعے جتنے خنجروں، بالوں اور گولیوں سے کاٹا اور چیرا گیا ان سب کی شناخت مزاحمت کے لبادے میں ہی کی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. رشید امجد، ڈاکٹر، اردو میں مزاحمتی ادب کی روایت (مضمون) مشمولہ: مزاحمتی ادب (مرتب) ڈاکٹر رشید امجد، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، 1999ء، ص:25
2. زاہدہ حنا، جسم و زباں کی موت سے پہلے (افسانہ)، مشمولہ: تتلیاں ڈھونڈنے والی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2011ء، ص:232
3. زاہدہ حنا، پانیوں پر بہتی پناہ (افسانہ)، مشمولہ: رقصِ بسمل ہے، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2017ء، ص:34
4. زاہدہ حنا، تتلیاں ڈھونڈنے والی (افسانہ)، مشمولہ: تتلیاں ڈھونڈنے والی، ص:217
5. زاہدہ حنا، جسم و زباں کی موت سے پہلے (افسانہ)، مشمولہ: راہ میں اجل ہے، دانیال پبلشرز، کراچی، 1992ء، ص:09
6. زاہدہ حنا، تقدیر کے زندانی (افسانہ)، مشمولہ: رقصِ بسمل ہے، ص:231
7. زاہدہ حنا، بود و نبود کا آشوب (افسانہ)، مشمولہ: قیدی سانس لیتا ہے، کتابیات پبلی کیشنز، کراچی، 1985ء، ص:180
8. زاہدہ حنا، عورت زندگی کا زنداں (مضامین)، شہرزاد پبلشرز، کراچی، 2004ء، ص:75
9. زاہدہ حنا، زمیں آگ کی آسماں آگ کا (افسانہ)، مشمولہ: تتلیاں ڈھونڈنے والی، ص:175
10. زاہدہ حنا، جاگے ہیں خواب میں (افسانہ)، مشمولہ: رقصِ بسمل ہے، ص:179
11. زاہدہ حنا، رقصِ مقابر (افسانہ)، مشمولہ: رقصِ بسمل ہے، ص:95
12. زاہدہ حنا، ضمیر کی آواز (کالم)، مشمولہ: اُمیدِ سحر کی بات سنو، پاکستان سٹڈی سنٹر، کراچی، 2011ء، ص:35
13. زاہدہ حنا، منزل ہے کہاں تیری (افسانہ)، مشمولہ: رقصِ بسمل ہے، ص:71
14. زاہدہ حنا، ہوا پھر سے حکم صادر (افسانہ)، مشمولہ: رقصِ بسمل ہے، ص:250

15. امام نازش علی، کچھ زاہدہ حنا کے بارے میں (مضمون)، مشمولہ: زاہدہ حنا:تحقیق و تنقیدی مطالعہ از آسیہ نازلی (مرتب)، الحمدللہ پبلی کیشنز،لاہور،2017ء، ص: 31

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Rasheed Amjad, Dr, Urdu mein Mazahimati Adab ki Riwayat (Maqaala) Mashmula: Mazahimati Adab (Murattib) Dr. Rasheed Amjad, Academy Adabiat,Islamabad, 1999, P: 25
2. Zahida Hina, Jism-o-Zubaan ki Maut se Pehle (Afsana), Mashmula: Titliyan Dhoondne Wali,Alhamd Publications, Lahore,2011, P: 232
3. Zahida Hina, Paniyon Par Behti Panah (Afsana), Mashmula: Raqs-e-Bismil Hai,Alhamd Publications,Lahore, 2017, P: 34
4. Zahida Hina, Titliyan Dhoondne Wali (Afsana), Mashmula: Titliyan Dhoondne Wali, P: 217
5. Zahida Hina, Jism-o-Zubaan ki Maut se Pehle (Afsana), Mashmula: Raah Mein Ajal Hai, Daniyal Publishers, Karachi,1992, P: 90
6. Zahida Hina, Taqdeer ke Zindani (Afsana), Mashmula: Raqs-e-Bismil Hai, P: 231
7. Zahida Hina, Bood-o-Nabood ka Aashob (Afsana), Mashmula: Qaidi Saans Leta Hai,Kitabiyat Publications,Karachi, 1985, P: 180
8. Zahida Hina, Aurat Zindagi ka Zindan (Mazameen), Sheherzad Publishers, Karachi,2004, P: 75
9. Zahida Hina, Zameen Aag ki Aasmaan Aag ka (Afsana), Mashmula: Titliyan Dhoondne Wali, P: 175
10. Zahida Hina, Jaage Hain Khwaab Mein (Afsana), Mashmula: Raqs-e-Bismil Hai, P: 191
11. Zahida Hina, Raqs-e-Maqabar (Afsana), Mashmula: Raqs-e-Bismil Hai, P: 95
12. Zahida Hina, Zameer ki Aawaaz (Column), Mashmula: Umeed-e-Sehar ki Baat Suno,Pakistan Study Centre, Karachi,2011, P: 35
13. Zahida Hina, Manzil Hai Kahan Teri (Afsana), Mashmula: Raqs-e-Bismil Hai, P: 71
14. Zahida Hina, Hawa Phir se Hukm-e-Sadir (Afsana), Mashmula: Raqs-e-Bismil Hai, P: 250
15. Imam Nazish Ali, Kuch Zahida Hina ke Bare Mein (Maqaala), Mashmula: Zahida Hina: Tehqeeqi o Tanqeedi Mutala'a az Aasiya Nazli (Murattib), Alhamd Publications,Lahore, 2017, P: 31